THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

تصورِ ثواب کی معنویت: جدید مذہبی رویوں اور اسلامی نظامِ حیات کا تحقیقی جائزہ

THE SIGNIFICANCE OF THE CONCEPT OF THAWĀB: A RESEARCH ANALYSIS OF CONTEMPORARY RELIGIOUS ATTITUDES AND THE ISLAMIC WAY OF LIFE

Mufti Muhammad Rouf Ul Hassan
Visitng Lecturer,University of the Punjab
rauf.ul.hassan1122@gmail.com
Iqra Masood
Visiting Lecturer,University of the Punjab
iqram7046@gmail.com

Abstract
This paper analytically examines the concept of thawāb (divine reward) in Islam within the context of contemporary religious attitudes. Though thawāb is a foundational driver of human behavior and moral development in the Islamic way of life, materialism and postmodernism have reduced it to a merely ritualistic level. Drawing upon the Quran, Prophetic traditions, and classical scholarship, the study concludes that while thawāb embodies a comprehensive moral and spiritual system, a significant gap exists in its understanding and transmission. The paper recommends conveying its true meaning to the younger generation through educational curricula and social institutions.

Keywords: Thawāb, Islamic Way of Life, Contemporary Religious Attitudes, Moral Motivations, Purpose of Life

تعارف

یہ مقالہ "ثواب" کے روایتی تصور کا علمی محاکمہ کرتے ہوئے اس کی حقیقی اور شرعی اساس کو واضح کرتا ہے۔ تحقیق کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ثواب محض ایک اخروی بدلہ نہیں، بلکہ لغوی اعتبار سے انسان کا اپنی اصل فطرت کی طرف لوٹنا اور اپنے عمل کو پاکیزہ بنانا ہے۔ مقالے میں دورِ حاضر کی ان بے روح رسومات اور خرافات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے جنہوں نے بندگی کو محض نمائش اور وقتی سیشنز تک محدود کر دیا ہے۔ نبوی ﷺ ارشادات کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اجرِ حقیقی کا معیار الفاظ کی کثرت نہیں، بلکہ فہمِ قرآن، منصبِ نیابت کی پہچان اور خلقِ خدا کے لیے عملی نفع ہے۔ یہ مقالہ رسمیت کے حصار کو توڑ کر دوبارہ "فکرِ عمل" کی طرف رجوع کی ایک علمی دعوت ہے۔

فکری سوالات

اس تحقیق کی ضرورت ان بنیادی سوالات سے پیدا ہوتی ہے کہ کیا بندگی محض روایتی رسومات کی ادائیگی ہے یا کائنات میں الٰہی نظام کا نفاذ؟

کیا مذہب محض ایک زبانی بخشش سیشن ہے یا ایک مستقل اصلاحی عمل؟

جب دنیا کا ہر کام عمل اور نتیجے پر مبنی ہے، تو بندگی کا نظام اس کے برعکس محض قول اور کلام پر کیسے ہو سکتا ہے؟

ان سوالات کے جوابات درج ذیل چار موضوعات میں تلاش کیے گئے ہیں۔

مبحث اول: مقصدِ تخلیق: انسان کا منصبِ نیابت اور کائنات میں اس کی حقیقی ذمہ داری۔

مبحث دوم: حقیقتِ ثواب: ثواب کا سائنسی و عقلی نظریہ اور اس کی لغوی و دینی حقیقت۔

مبحث سوم: رسم پرستی کا زوال: مروجہ رسوم و رواج اور بے روح وظائف کا تنقیدی جائزہ۔

مبحث چہارم: اجرِ حقیقی: قرآن و سنت کی روشنی میں حقیقی اجر کے مستحقین اور ان کی صفات۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

مبحث اول: انسان کا مقصدِ تخلیق

اسلامی نظامِ حیات میں انسانی تخلیق محض ایک حیاتیاتی اتفاق یا بے مقصد عمل نہیں، بلکہ یہ ایک عظیم الشان ارادے اور کائناتی ذمہ داری کا مظہر ہے۔ قرآنِ حکیم کے بیانیے کے مطابق، انسان اس دنیا میں "امانتِ الٰہی" کا وہ بوجھ اٹھا کر آیا ہے جس کی سنگینی سے پہاڑ اور آسمان بھی لرز گئے تھے۔ یہ امانت دراصل اس شعوری اختیار اور ارادے کا نام ہے جو انسان کو محض ایک "مخلوق" کے درجے سے بلند کر کے زمین پر اللہ کا "خلیفہ" اور نائب بناتا ہے۔ انسان کی یہ آمد فضول مقصد کے لیے نہیں، بلکہ ایک ایسی آزمائش کے لیے ہے جہاں اس کے ہر عمل کو "احسنِ تقویم" کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اسلام میں مقصدِ تخلیق محض چند روایتی رسوم یا لفظی دعوؤں تک محدود نہیں، بلکہ یہ علم اور تسخیرِ کائنات کے ذریعے اس کائناتی نظام کو سنوارنے اور نفعِ انسانیت کے لیے کوشش کرنے کا نام ہے۔ اس تناظر میں، "ثواب" کا تصور کوئی جادوئی انعام نہیں، بلکہ اسی ازلی امانت کی بحسن وخوبی ادائیگی اور اس فعال ذمہ داری کو نبھانے کا فطری ثمر ہے جو انسان کو کائنات کی تمام مخلوقات میں ممتاز اور جوابدہ بناتی ہے۔

امانتِ الٰہی

انسان کی تخلیق کے بامقصد ہونے کی سب سے بڑی دلیل وہ "عہدِ امانت" ہے جو تخلیق کے روزِ اول ہی اس کے وجود کا حصہ بنا دیا گیا تھا۔ یہ امانت دراصل وہ "اختیار اور ارادہ (Free Will) " ہے جو انسان کو کائنات کی دیگر تمام اشیاء سے ممتاز کرتا ہے۔ جہاں جمادات، نباتات اور حتیٰ کہ فرشتے بھی اپنی جبلی فطرت کے پابند ہیں، وہاں انسان کو اس امانت کے ذریعے یہ قوت دی گئی کہ وہ خیر اور شر کے درمیان تمیز کرے اور شعوری طور پر "عمل" کا راستہ چنے۔ قرآنِ حکیم نے اس امانت کی سنگینی اور عظمت کو نہایت بلیغ انداز میں بیان فرمایا ہے تاکہ انسان یہ جان لے کہ وہ اس دنیا میں کسی اتفاق کے تحت نہیں، بلکہ ایک بہت بڑے بوجھ اور ذمہ داری کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا[1]

ترجمہ: بے شک ہم نے (اپنی) امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا، بے شک وہ (اپنی جان پر) ظلم کرنے والا، (اس بوجھ کی سنگینی سے) بے خبر تھا۔"

یہاں امانت سے مراد وہ اختیار اور منصب ہے جس کے تحت انسان کو یہ آزادی دی گئی کہ وہ اپنی عقل اور ارادے سے حق کو پہچانے اور اس پر عمل کرے۔ کائنات کی دیگر مخلوقات (پہاڑ، آسمان) اپنی فطرت میں مجبور ہیں، وہ صرف وہی کرتی ہیں جس پر وہ مامور ہیں، جبکہ انسان "اختیار کی امانت" کی وجہ سے اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔

امانت کی پاسداری بطورِ انسانی منصب

قرآنِ کریم نے مومنین اور کامیاب انسانوں کی بنیادی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ اپنی امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ امانت کا تعلق براہِ راست انسان کے رویوں اور ذمہ داریوں سے ہے۔ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ[2]

ترجمہ: اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ انسان کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ اس امانت (ذمہ داری) کو کیسے نبھاتا ہے جو اسے سونپی گئی ہے۔ یہاں "راعون" کا لفظ چرواہے یا نگہبان کے لیے استعمال ہوتا ہے، جو مستقل عمل اور بیداری کا تقاضا کرتا ہے۔

امانت اور انسان کی انفرادی ذمہ داری

جب انسان نے امانت اٹھالی، تو اب وہ ایک ذمہ دار ہستی بن گیا۔ قرآن نے واضح کیا کہ اس امانت کے حوالے سے ہر شخص سے انفرادی طور پر سوال ہوگا۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ[3] ہر جان اپنے عمل (جو اس نے کمایا) کے بدلے رہین (گروی) ہے۔

---

[1] سورہ الاحزاب، 7:33

[2] سورہ المؤمنون، 8:23

[3] سورہ المدثر، 38:74

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

امانت کالازمی نتیجہ ذمہ داری (Accountability) ہے۔ انسان کو جو صلاحیتیں، وقت اور اختیار بطور امانت دیے گئے ہیں، وہ ان کے بدلے قدرت کے پاس "گروی" ہے۔ اس کی آزادی تبھی ممکن ہے جب وہ اپنے "عمل" سے اس امانت کا حق ادا کر دے۔ امانتِ الٰہی کے اس عظیم بوجھ کو اٹھانے کے بعد، انسانی ذمہ داری کا اگلا مرحلہ زمین پر اس کی حیثیت کا تعین ہے، جسے قرآنِ کریم نے "خلافت" سے تعبیر کیا ہے.

خلافتِ ارضی

امانتِ الٰہی اگر انسان کے "داخلی اختیار" کا نام ہے، تو خلافت اس کے "خارجی عمل" کا میدان ہے۔ خلیفہ دراصل وہ نائب ہوتا ہے جسے مالک کی طرف سے اختیارات سونپے جاتے ہیں تاکہ وہ مالک کی مرضی کے مطابق نظام کو چلائے۔ انسان کو زمین پر اللہ کا خلیفہ بنانے کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ محض گوشہ نشین ہو کر تسبیح پڑھے، بلکہ اس کا اصل امتحان یہ ہے کہ وہ زمین کے مادی وسائل کو علم اور اخلاق کے ذریعے کیسے سنوارتا ہے۔ یہ نیابت اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں "ثواب" کا حصول دنیا سے فرار میں نہیں، بلکہ زمین کی آبادکاری اور اس پر عدل و انصاف کے قیام کی عملی جدوجہد میں پوشیدہ ہے۔

اس نیابت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدمؑ کے وقت ہی فرما دیا تھا:وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً.[4]

"اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک نائب (خلیفہ) بنانے والا ہوں۔

اس خلافت کی ذمہ داری اور اس میں انسان کے عمل کو جانچنے کے حوالے سے ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ[5]

"اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں (اپنا) نائب بنایا اور تم میں سے ایک کو دوسرے پر درجوں میں بلندی عطا کی تاکہ وہ تمہیں ان چیزوں میں آزمائے جو اس نے تمہیں دے رکھی ہیں"

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ خلافت ایک اہم ذمہ داری اور منصب (Active Duty) ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے درجوں کے فرق اور وسائل کی تقسیم کو "آزمائش" (لیبلوکم) سے جوڑا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب محض "قول" کی بنیاد پر نہیں ملے گا، بلکہ اس بنیاد پر ملے گا کہ انسان نے بطورِ خلیفہ اللہ کے دیے ہوئے وسائل اور اختیارات کو کس طرح "عمل" میں بدلا۔

نفیِ عبثیت: تخلیق کا مقصد اور آزمائشِ عمل

انسانی زندگی کے حوالے سے ایک عام مغالطہ یہ ہے کہ یہ شاید محض ایک اتفاق ہے یا چند مادی ضرورتوں کی تکمیل کا نام ہے۔ لیکن قرآنِ کریم اس تصور کی سختی سے نفی کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ ایک "حق" (ٹھوس مقصد) کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ انسان کی تخلیق "عبث" (فضول) نہیں ہے، تو پھر یہ بھی لازم ہے کہ اس کے وجود کا صلہ یعنی "ثواب" کسی ایسی چیز پر ہو جو اس مقصد کو پورا کرے۔ وہ مقصد محض الفاظ کی ادائیگی نہیں، بلکہ وہ آزمائش ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر انسان کے عمل کو جانچتی ہے۔

اس حوالے سے قرآنِ کریم کا یہ سوال نہایت چونکا دینے والا ہے:اَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ[6]

"تو کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول (بے مقصد) پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف پلٹ کر نہیں آؤ گے؟"

اسی طرح، زندگی اور موت کے پورے نظام کو اللہ تعالیٰ نے محض "عمل" کی جانچ سے تعبیر فرمایا ہے:الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا[7]

---

[4] سورہ البقرہ، 30:2

[5] سورہ الانعام، 165:6

[6] سورہ المؤمنون، 115:23

[7] سورہ الملک، 2:67

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

(وہ اللہ) جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون سب سے اچھا ہے۔

اگر زندگی بے مقصد ہوتی تو "رجوع" (پلٹ کر جانے) اور حساب کتاب کا کوئی معنی نہ رہتا۔ ثواب دراصل اسی مقصدِ تخلیق کی کامیابی کا ثبوت ہے۔

کوالٹی بمقابلہ کوانٹٹی

سورہ الملک میں "أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا" (تم میں سے کون عمل میں بہتر ہے) کے الفاظ یہ ثابت کرتے ہیں کہ ثواب کا مدار عمل کی خوبصورتی اور معیار پر ہے، نہ کہ محض تسبیح کے دانوں کی گنتی یا روایتی رسموں پر۔

نفاذِ حکمِ الٰہی: رسم بمقابلہ نظامِ عمل

اللہ کا نائب (خلیفہ) ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان زمین پر اپنی من مانی کے بجائے اس ضابطے کو نافذ کرے جو اس کے خالق نے نازل کیا ہے۔ قرآنِ کریم اس حوالے سے محض "رسم" کی ادائیگی کو کافی نہیں سمجھتا بلکہ اللہ کے نازل کردہ نظام کے مطابق "عمل" کو ایمان کی بنیادی شرط قرار دیتا ہے۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لیے سورہ المائدہ کی ان تین آیات کے الفاظ حتمی حجت ہیں:

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ[8]

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ[9]

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ[10]

یہ آیات اس بات کی کھلی دلیل ہیں کہ اللہ کے نزدیک بندگی کا اصل معیار عملی نظامِ زندگی ہے، محض رسمی تسبیحات نہیں۔ ان آیات میں آنے والا تکرار "وَمَن لَّمْ يَحْكُم" (اور جو فیصلہ نہ کرے) درج ذیل تین گہرے تحقیقی پہلوؤں کو واضح کرتا ہے:

کفر: فکری و نظریاتی انحراف (آیت ۴۴)

پہلی آیت میں اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرنے کو "کفر" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تحقیقی نکتہ یہ ہے کہ یہاں کفر سے مراد محض لادینیت نہیں، بلکہ اللہ کی "حاکمیتِ اعلیٰ (Sovereignty)" کا شعوری انکار ہے۔ جب ایک انسان یا معاشرہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ اپنے فیصلے کرنے میں اللہ کے ضابطے سے آزاد ہے، تو وہ عملاً اللہ کے "خالق و مالک" ہونے کی نفی کر دیتا ہے۔ چنانچہ، ثواب کا مستحق وہ عمل ہے جو اللہ کی حاکمیت کو زمین پر تسلیم کروانے کے لیے کیا جائے۔

ظلم: سماجی و معاشرتی بگاڑ (آیت ۴۵)

دوسری آیت میں اسی فعل کو "ظلم" کہا گیا ہے۔ عدل کا مطلب ہے "چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھنا"۔ جب زمین پر اللہ کا قانون نافذ نہیں ہوتا، تو توازن بگڑ جاتا ہے اور طاقتور کمزور کا استحصال کرنے لگتا ہے۔ یہاں قرآن یہ پیغام دے رہا ہے کہ اگر تمہاری "عبادتیں" معاشرے سے ظلم ختم کر کے عدل قائم کرنے کا "عمل" پیدا نہیں کر رہیں، تو وہ بندگی کے حقیقی معیار اور خلافت کے منصب پر پوری نہیں اترتیں۔

فسق: عملی و انتظامی نافرمانی (آیت ۴۷)

تیسری آیت میں اسے "فسق" (دائرۂ اطاعت سے نکل جانا) قرار دیا گیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام محض ایک "مذہب (Religion)" نہیں بلکہ ایک مکمل "دین (System)" ہے۔ فسق یہ ہے کہ انسان زبان سے تو اقرار کرے لیکن اس کا عملی نظام (عدالت، معیشت، سیاست) اللہ کی حدود سے باہر ہو۔ یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ اللہ کے نزدیک اصل چیز وہ "عملی ڈھانچہ" ہے جس میں انسان زندگی گزارتا ہے، نہ کہ وہ چند مخصوص رسومات جنہیں ہم نے "دین" سمجھ لیا ہے۔

---

[8] سورہ المائدہ، 44:5

[9] سورہ المائدہ، 45:5

[10] سورہ المائدہ، 47:5

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

ان آیات کا گہرا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام میں "عمل" کا مطلب صرف جائے نماز تک محدود نہیں، بلکہ اس کا دائرہ عدالت، پارلیمنٹ اور بازار تک پھیلا ہوا ہے۔ ثواب اس "فیصلے" اور اس "جدوجہد" پر ملتا ہے جو معاشرے کو اللہ کے بتائے ہوئے فطری قوانین کے مطابق چلانے کے لیے کیا جائے۔ اللہ کے نازل کردہ نظام کے نفاذ کی اس عظیم ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے محض جذبات نہیں بلکہ علم، شعور اور عمل کی ضرورت ہے۔ اسی لیے، نفاذِ حکمِ الٰہی کے بعد اگلا مرحلہ ان تین عملی ستونوں کا ہے جو ایک نائبِ الٰہی کو اس کی منزل تک پہنچاتے ہیں۔

غور وفکر اور تدبر

نفاذِ نظام کوئی مشینی عمل نہیں بلکہ ایک شعوری جدوجہد ہے۔ جب تک انسان کائنات کے حقائق اور وحی کے پیغام میں غور وفکر نہیں کرے گا، وہ اس "حکمِ الٰہی" کی روح کو سمجھنے اور اسے نافذ کرنے کے قابل نہیں ہو سکے گا۔ قرآنِ کریم ان لوگوں کی مذمت کرتا ہے جو عقل کو پس پشت ڈال کر محض رسم کے طور پر دین داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس شعوری بندگی کے حوالے سے قرآنِ کریم کی مکمل آیات درج ذیل ہیں: أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا "تو کیا وہ قرآن میں غور وفکر (تدبر) نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟ "

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[11] "بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے باری باری آنے میں عقل والوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔ وہ جو اٹھتے بیٹھتے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو نے یہ سب بے کار (باطل) پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔ "

تسخیرِ کائنات

غور وفکر کا یہ سلسلہ جب آگے بڑھتا ہے تو انسان پر کائنات کے راز کھلنے لگتے ہیں۔ "خلیفہ" کا منصب تقاضا کرتا ہے کہ وہ کائنات کے مادی وسائل کو دریافت کرے اور انہیں اللہ کے بتائے ہوئے فطری قوانین کے تحت لائے۔ یہ تسخیرِ کائنات دراصل اس "علمِ اسماء" کا عملی ظہور ہے جو انسان کو دیگر مخلوقات پر برتری دیتا ہے۔ اس حوالے سے قرآنِ کریم کی مکمل آیات درج ذیل ہیں: وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ[12] "اور اس نے تمہارے لیے مسخر کر دیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا سب اپنی طرف سے، بیشک اس میں غور وفکر کرنے والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔ "

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ ۖ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ[13] "وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو پست (تابع) کر دیا، سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اس کے (دیے ہوئے) رزق میں سے کھاؤ، اور اسی کی طرف دوبارہ اٹھ کر جانا ہے۔ "

نفعِ انسانیت

نیابت اور تسخیرِ کائنات کا آخری مقصد اور معراج نفعِ انسانیت ہے۔ کائنات کو مسخر کرنے اور اللہ کے نظام کو نافذ کرنے کی تمام تگ ودو کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق کی زندگیوں کو آسان، پرامن اور عدل پر مبنی بنایا جائے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں "ثواب" محض ایک انفرادی صلے سے نکل کر ایک عالمی "خیر" بن جاتا ہے۔

اس حوالے سے قرآنِ کریم کی مکمل آیات درج ذیل ہیں: لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ

[11] سورہ آل عمران، 3:190-191

[12] سورہ الجاثیہ، 45:13

[13] سورہ الملک، 67:15

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

"[14]نیکی صرف یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ اللہ پر... ایمان لائے اور اپنا مال اس کی محبت میں قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور گردنوں کے چھڑانے (غلاموں کی آزادی) میں دے۔ "

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ"[15]تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی نفع رسانی اور رہنمائی) کے لیے نکالی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو "

ان تینوں مراحل (غور و فکر، تسخیر، اور نفعِ انسانیت) کا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام ایک متحرک اور عملی دین ہے۔

ثواب کا استحقاق ان لوگوں کے لیے ہے جو:

- کائنات اور وحی میں تدبر کر کے شعور حاصل کرتے ہیں۔
- کائنات کے وسائل کو مسخر کر کے اپنی علمی برتری ثابت کرتے ہیں۔
- اور اس پورے عمل کو انسانیت کی فلاح کے لیے وقف کر دیتے ہیں۔

یہ ترتیب اس بات کا ثبوت ہے کہ "ثواب" کسی رسمی چیز کا نام نہیں بلکہ ایک بامقصد اور نافع عمل کا منطقی نتیجہ ہے۔

مبحث دوم: ثواب کا نظریہ: رسم سے عمل تک کا سفر

انسانی زندگی کے سفر کا آغاز جس امانت اور منصبِ خلافت سے ہوا، اس کا منطقی تقاضا یہ قرار پایا کہ انسان زمین پر ایک متحرک اور تخلیقی کردار ادا کرے۔ جب انسان بطورِ نائبِ الٰہی نظامِ کائنات کی اصلاح اور نفعِ انسانیت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرتا ہے، تو اس کے اس مسلسل عمل (Action) کے نتیجے میں جو صلہ برآمد ہوتا ہے، قرآن اسے "اجر" اور "ثواب" کی اصطلاحات سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ صلہ کسی بے جان رسمی طریقہ کار کا نام نہیں، بلکہ یہ انسان کی سعی اور مشقت کا حاصل ہے۔

اجر اور ثواب: لغوی و قرآنی تناظر

جب ہم نیابتِ الٰہی اور عہدِ امانت کی بات کرتے ہیں، تو اس مشقت کے صلے کے لیے قرآنِ کریم نے دو بنیادی اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ ان اصطلاحات کے لغوی معنی ہی اس بات کی جڑ کاٹ دیتے ہیں کہ ثواب کوئی "رسمی" چیز ہے، بلکہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس کا وجود ہی سراسر عمل سے مشروط ہے۔

لغوی ابحاث

لغت میں "اجر" اس مزدوری کو کہتے ہیں جو کسی محنت کے بدلے میں دی جائے۔ جس طرح کسی مزدور کو اس کی مشقت کے بغیر اجرت نہیں ملتی، اسی طرح "اجر" کا لفظ بذاتِ خود یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا حصول صرف اور صرف عمل اور جدوجہد سے ممکن ہے۔ یہ کوئی رسمی خیرات نہیں بلکہ محنت کا قانونی حق ہے۔

ثواب (The Return of Impact)

لفظ "ثواب" کا مادہ (ث-و-ب) ہے، جس کے معنی "پلٹنے" یا "رجوع کرنے" کے ہیں۔

عام طور پر اردو لغت میں ثواب کا مطلب "نیک کام کا وہ بدلہ" لیا جاتا ہے جو دوسری دنیا میں ملے گا[16]، لیکن عربی زبان میں اس کا حقیقی مفہوم اس سے کہیں زیادہ گہرا اور انقلابی ہے۔ ثواب کا مادہ 'ث-و-ب' ہے، جس کے لغوی معنی "کسی شئے کا اپنی اصل جگہ یا اصلی حالت کی طرف واپس لوٹ آنا" ہیں۔[17] امام اصفہانی کے مطابق، اس کا اصل مطلب کسی مقصد یا نتیجے پر پہنچنا ہے، جیسے کہا جاتا ہے کہ 'فلاں اپنے گھر لوٹ آیا'۔

دین کا پیش کردہ ثواب کا یہ تصور دراصل ایک فکری تبدیلی کا نام ہے۔ قرآن کی تلاوت یا عبادات کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان ان میں غور و فکر کر کے اپنی ان غلط عادات اور رسومات کو چھوڑ دے جن میں وہ مبتلا ہے، اور اپنی اصل فطرت (بندگی اور انسانیت) کی طرف پلٹ آئے۔ اگر عبادت کے بعد بھی انسان کے کردار اور معاشرے پر

---

[14] سورہ البقرہ، 177:2

[15] سورہ آل عمران، 110:3

[16] فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز لاہور، ص:۲۱۶

[17] سید علی اکبر قریشی، قاموس القرآن، جلد:۱، ص:۴۰۸

مثبت اثر نہ پڑے، تو اس کا مطلب ہے کہ ہم نے محض "اردو والے ثواب" (رسمی بدلہ) کی نیت کی ہے، جبکہ "عربی و دینی ثواب" (فطرت کی طرف واپسی) کو فراموش کر دیا ہے۔

اس کی بہترین مثال قرآنِ کریم کی اس آیت سے ملتی ہے: "وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ[18]" (اور اپنے کپڑے پاک رکھئے)۔ یہاں 'ثیاب' کا لفظ اس لیے استعمال ہوا کہ جب میلا کپڑا دھویا جاتا ہے تو وہ اپنی اصل پاکیزہ حالت پر پلٹ آتا ہے۔ بالکل اسی طرح، حقیقی ثواب وہ عمل ہے جو انسان کے قلب و روح کو پاک کر کے اسے دوبارہ اس کے اصل مقام نیابت پر لا کھڑا کرے۔ لہٰذا، طوطے کی طرح الفاظ دہرانے کے بجائے قرآن کے سامنے خود کو 'سرنڈر' (حوالے) کرنا ہی وہ واحد راستہ ہے جو ہمیں اس حقیقی ثواب اور مثبت تبدیلی تک پہنچا سکتا ہے۔ ثواب دراصل عمل کی وہ واپسی (Echo) ہے جو پلٹ کر عامل کی طرف آتی ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بیج بونے کے بعد پھل (ثمر) پلٹ کر کسان کو ملتا ہے۔ لغوی اعتبار سے ثواب "خالی رسم" نہیں بلکہ عمل کا منطقی نتیجہ ہے۔

قرآنی دلائل

قرآنِ کریم نے ثواب اور اجر کو محض ایک لفظ کے طور پر نہیں بلکہ ایک پورے "نظامِ عمل" کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے واضح دلیل درج ذیل آیت ہے: فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[19]

"پس اللہ نے انہیں دنیا کا ثواب (صلہ) بھی عطا فرمایا اور آخرت کا بہترین (حسین) ثواب بھی، اور اللہ محسنین (بہترین عمل کرنے والوں) سے محبت فرماتا ہے۔"

ثواب کوئی اتفاقی چیز نہیں، اللہ نے ثواب دینے کی بنیاد ان کے پچھلے "اعمالِ صالحہ" اور "ثابت قدمی" کو بنایا۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ ثواب کسی رسمی وابستگی کا نام نہیں بلکہ عمل کا منطقی نتیجہ ہے۔

حسنِ ثواب (Quality over Quantity)

آیت میں "حُسنِ ثواب" (بہترین / حسین ثواب) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ ثواب کوئی "مادی میٹریل" نہیں ہے جس کا کوئی فکسڈ سائز ہو، بلکہ صلے کی یہ "خوبصورتی" عمل کی کوالٹی (احسان) کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔ آیت کا اختتام "محسنین" (Excellence دکھانے والوں) پر ہوتا ہے، جو یہ بتاتا ہے کہ اللہ کے ہاں صلہ (ثواب) کا پیمانہ صرف وہی "عمل" ہے جو بہترین طریقے سے انجام دیا جائے۔

ثواب بطورِ "سعی" (کوشش)

قرآنِ کریم نے جگہ جگہ اس بات پر مہر لگائی ہے کہ اللہ کے ہاں صلہ کسی رسمی وابستگی کا نہیں بلکہ عملی تگ و دو کا نام ہے: وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ"[20] اور یہ کہ انسان کے لیے (صلے میں) کچھ نہیں مگر وہی جس کی اس نے کوشش (سعی) کی"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ کے ہاں صرف وہی "کریڈٹ" (ثواب) ہوتا ہے جس کے پیچھے انسان کی عملی جدوجہد شامل ہو۔ محض رسموں سے ثواب حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم..."[21] بیشک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا..."

یہاں اللہ نے صلے کو "عملِ عامل" سے جوڑا ہے۔ ثابت ہوا کہ صلہ (اجر و ثواب) ایک زندہ عمل کی تاثیر ہے، نہ کہ کوئی بے روح رسم۔

ثواب کی غیر مادی حقیقت

تحقیق کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ثواب کوئی "فکسڈ نمبر" یا "مادی بیلنس" (جیسے ایک کلو یا دو کلو) نہیں ہے جو ہر ایک کو برابر بانٹ دیا جائے۔ اللہ کے ہاں صلہ کیفیت (Quality) اور مشقت کے تناسب سے بدلتا رہتا ہے۔

---

[18] المدثر،74:4

[19] سورہ آل عمران،3:148

[20] سورہ النجم،53:39

[21] سورہ آل عمران،3:195

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

درجات کا فرق

قرآن کہتا ہے کہ تنگی میں کیا گیا ایک چھوٹا عمل، آسانی میں کیے گئے بڑے عمل سے وزنی ہو سکتا ہے: لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً...[22]

"تم میں سے وہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی، ان کے درجات ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں یہ کام کیے۔"

اگر ثواب کوئی فکسڈ نمبر ہوتا تو سب کا برابر ہوتا، لیکن یہاں اسے "اعظم درجہ" کہہ کر یہ ثابت کیا گیا کہ صلہ مادی پیمانے کا نام نہیں بلکہ عمل کے پیچھے چھپی قربانی کی شدت کا نام ہے۔

تقویٰ ہی اصل وزن ہے

مادی چیزوں کے اللہ تک پہنچنے کی نفی کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے: لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ...[23]

"اللہ کو ہر گز نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون، بلکہ اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے..."

یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ ثواب وہ نہیں جو ہم سمجھتے ہیں۔ یہ کوئی مادی مٹیریل نہیں بلکہ اس اندرونی کیفیت اور خلوص کا صلہ ہے جو عمل کے دوران نائب الٰہی کے دل میں موجود ہوتی ہے۔ ثواب اور اجر دراصل اس ارتقاء اور رضائے الٰہی کا نام ہے جو انسان کو اس کی محنت، خلوص اور سعی کے بدلے میں ملتی ہے۔ اسے گنتی کے محدود نمبروں میں قید کرنا دراصل عمل کی روح کو قتل کرنا ہے۔ ثواب کا کوئی ایک وزن نہیں ہے، یہ ایک بندے کے لیے ذرہ برابر ہو سکتا ہے اور دوسرے کے لیے کائنات سے بھی بڑا، کیونکہ اس کا انحصار مادی گنتی پر نہیں بلکہ خلوصِ عمل پر ہے۔ کائنات کی عظیم امانت کا بوجھ اٹھانے کے بعد انسان جس منصبِ خلافت پر فائز ہوا، اس کا بنیادی تقاضا "عمل پیہم" اور "تسخیر کائنات" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نائب کی ہر کوشش کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے اجر اور ثواب کا ایک ہمہ گیر نظام وضع کیا ہے۔ یہ نظام محض آخرت کے کسی مادی ذخیرے کا نام نہیں، بلکہ یہ نائبِ الٰہی کی زندگی میں پیدا ہونے والی تبدیلی اور روحانی بلندی کا نام ہے جو اس کے شعوری عمل کے نتیجے میں اسے حاصل ہوتی ہے۔

ذیل میں وہ احادیثِ مبارکہ درج ہیں جن میں مختلف اذکار، تسبیحات اور اوقات کی نسبت سے عظیم ثواب کا ذکر ملتا ہے، جو بظاہر "قول" معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت میں ایک گہرے "عملی عہد" کی نشاندہی کرتے ہیں۔

احادیثِ مبارکہ

تلاوتِ قرآن کے ہر حرف پر صلہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی کتاب کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ 'الم' ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔"[24]

جمعہ کے دن درود و سلام اور گناہوں کی معافی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن عصر کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے 80 مرتبہ یہ درود پڑھے: 'اللھم صل علی محمد النبی الامی و علی آلہ وسلم تسلیما'، تو اس کے 80 سال کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور اس کے لیے 80 سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔"[25]

---

[22] سورہ الحدید، 10:57

[23] سورہ الحج، 37:22

[24] الترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ سنن الترمذی۔ رقم الحدیث: 2910

[25] جلال الدین السیوطی، الجامع الصغیر، حدیث نمبر: 8792

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

کلماتِ تسبیح اور گناہوں کا مٹ جانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دن میں سو مرتبہ 'سبحان اللہ وبحمدہ' (اللہ اپنی تعریفوں کے ساتھ پاک ہے) کہے، اس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں چاہے وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔[26]

میزان میں بھاری کلمات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے، میزان (ترازو) میں بہت بھاری اور رحمن کو بہت محبوب ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم۔[27]

سو بار "لا الہ الا اللہ" کہنے کا اجر

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دن میں سو مرتبہ 'لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر' کہے، اسے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے، سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور سو گناہ مٹائے جاتے ہیں۔[28]

ان روایات کو درج کرنے کے بعد اب ہمارا علمی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک کائنات کا نظام چلانے والا "عدلِ مطلق" (اللہ) محض چند سیکنڈ میں ادا کیے گئے الفاظ پر وہ کچھ دے دے گا جو ایک شخص اپنی پوری زندگی کی عملی مشقت، ہجرت اور قربانی سے حاصل کرتا ہے؟ یا یہ کہ ان الفاظ کے پیچھے کوئی ایسا سائنسی ارتقاء اور نفسیاتی تبدیلی چھپی ہے جو انسان کے پورے وجود (System) کو "ری سیٹ" کر دیتی ہے؟

احادیثِ مبارکہ میں مذکور وہ کلمات جن پر عظیم اجر و ثواب کی نوید دی گئی ہے، وہ دراصل محض "لفظی وظائف" نہیں ہیں بلکہ وہ نائبِ الٰہی کے لیے ایک "عملی تربیتی نصاب" ہیں۔ ان کلمات کا مقصد انسان کے اندر وہ "عملی قوت" پیدا کرنا ہے جو اسے زمین پر اللہ کا سچا بندہ بنا دے۔ ثواب اسی عملی تبدیلی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ارتقاء کا نام ہے۔

روایاتِ ثواب اور حقیقتِ عمل

ان تمام احادیث میں جہاں بظاہر ایک جملہ کہنے پر عظیم صلے کی نوید دی گئی ہے، وہاں دراصل "قول" (کہنا) اپنے اندر ایک "انقلابی عمل" چھپائے ہوئے ہے۔ اسے درج ذیل تین بنیادی اصولوں سے عمل کے ساتھ ثابت کیا جا سکتا ہے:

(الف) قول بطورِ "عہدِ وفاداری" (Statement as an Act of Allegiance)

جس طرح ایک سپاہی کا صرف ایک جملہ "میں حلف اٹھاتا ہوں" اسے پوری فوج کا حصہ بنا کر مراعات اور ذمہ داریوں کا مستحق بنا دیتا ہے، اسی طرح ثواب والی روایات میں "قول" محض الفاظ نہیں بلکہ نائبِ الٰہی کا اپنی وفاداری کا اعادہ ہے۔

مثال: جب کوئی شخص "لا الہ الا اللہ" کہتا ہے، تو یہ محض زبان کی حرکت نہیں بلکہ اس کے پورے نظامِ زندگی (سیاست، معیشت، معاشرت) سے غیر اللہ کی نفی کا ایک بڑا عملی اقدام ہے۔ اس "عہد" کے نتیجے میں جو زندگی بدلتی ہے، ثواب اس عمل کا ملتا ہے، نہ کہ صرف ہوا میں خارج ہونے والی آواز کا۔

(ب) قول بطورِ "فکری بیج" (Speech as a Seed of Thought)

سائنسی طور پر ہر عمل پہلے ایک "سوچ" (Thought) ہوتا ہے اور سوچ کا اظہار "لفظ" (Word) سے ہوتا ہے۔ روایات میں مذکور اذکار دراصل وہ سافٹ ویئر (Software) ہیں جو انسانی دماغ کے عمل کو کنٹرول کرتے ہیں۔

---

[26] البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ رقم الحدیث: 6405

[27] البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ رقم الحدیث: 6682

[28] البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ رقم الحدیث: 3293

جب حدیث میں "سبحان اللہ" (اللہ پاک ہے) پر ثواب کا ذکر ہے، تو اس کا عملی پہلو یہ ہے کہ کہنے والا کائنات کی ہر ناپاکی، ظلم اور نقص کے خلاف کھڑا ہو جائے۔ اگر ایک انسان اللہ کی پاکی بیان کر کے خود گندگی اور ظلم میں ملوث ہے، تو اس کے اکاؤنٹ میں وہ ثواب منتقل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کا "چیک" (قول) اس کے "بیلنس" (عمل) سے میل نہیں کھاتا۔

(ج) درود و سلام

جمعہ کے دن 80 سال کے گناہوں کی معافی اور اجر کا تعلق درود کی روح سے ہے۔ درود کا مطلب ہے رسول اللہ ﷺ کے مشن اور ان کی شخصیت سے جڑنا۔ جو شخص 80 بار درود پڑھتا ہے، وہ دراصل 80 بار اپنے آپ کو اس رول ماڈل (رسول اللہ ﷺ) کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اگر یہ عمل اس کے اندر رسول اللہ ﷺ جیسی "رحمت" اور "خلقِ عظیم" پیدا کر دے، تو اس کے 80 سال کے وہ منفی اثرات (گناہ) خود بخود مٹ جائیں گے جو اس کی زندگی میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔ ثواب اس تبدیلیِ کردار کا نام ہے جو اس تکرار سے پیدا ہوئی۔

اجر و ثواب کی حقیقت: عقلی، سائنسی اور منطقی تمثیلات

ثواب اور اجر کے مروجہ رسمی تصور اور اس کی اصل "عملی" حقیقت کے فرق کو واضح کرنے کے لیے درج ذیل مثالیں کائناتی قوانین کی روشنی میں پیش کی جاتی ہیں۔

انتظامی مثال

ثواب کو سمجھنے کے لیے "چیک" کی مثال سب سے زیادہ بنیادی ہے۔ فرض کیجیے ایک بینک کا چیک ہے جس پر ایک مخصوص رقم لکھی ہوئی ہے۔ اس پر دستخط (Sign) کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

خالی اکاؤنٹ: ایک عام آدمی جس کے اکاؤنٹ میں کچھ نہیں، وہ چیک پر دستخط کر دیتا ہے۔ بظاہر دستخط درست ہیں، لیکن چیک "باؤنس" ہو جائے گا کیونکہ اس کے پیچھے کوئی "رقم" (Balance) موجود نہیں۔

صاحبِ ثروت: ایک بااختیار مینیجر یا صاحبِ ثروت شخص اسی چیک پر دستخط کرتا ہے، تو وہ کاغذ کا ٹکڑا لاکھوں کی قیمت پا لیتا ہے کیونکہ اس کے پیچھے "رقم کا ذخیرہ" موجود ہے۔

اذکار اور تسبیحات (قول) "چیک" کی مانند ہیں اور انسان کا عمل (Action) اس کا "بینک بیلنس" ہے۔ جو شخص نائبِ الٰہی بن کر عمل کی زندگی گزار رہا ہے، اس کا ایک بار "سبحان اللہ" کہنا صاحبِ ثروت کے دستخط کی طرح کائنات سے وزنی ہو جاتا ہے، جبکہ بے عمل کا قول "خالی اکاؤنٹ" کے دستخط کی طرح فضول رہتا ہے۔

سائنسی مثال: ایٹمی توانائی اور انرجی لیول

سائنس میں ایک ایٹم کا وزن بظاہر معمولی ہوتا ہے، لیکن جب اس کے مرکز (Nucleus) کو متحرک کیا جاتا ہے، تو وہ اتنی توانائی خارج کرتا ہے جو پورے شہر کو روشن کر سکتی ہے۔

تلاوت یا درود کے کلمات اس "ایٹم" کی طرح ہیں۔ اگر یہ کسی بے عمل کی زبان سے نکلیں تو صرف صوتی لہریں ہیں، لیکن اگر ایک "صاحبِ عمل" کے قلب سے نکلیں تو یہ اس کے وجود کے اندر ایک "روحانی ایٹمی دھماکے" جیسی توانائی پیدا کرتے ہیں جو برسوں کی تاریکی کو ختم کر دیتی ہے۔ ثواب اسی توانائی کے اخراج کا نام ہے جو انسان کے "اندرونی مرکز" (نیت و عمل) کے مطابق مختلف ہوتا ہے۔

حیاتیاتی مثال: بیج اور درخت کا قانون

بیج کے اندر ایک پورا درخت چھپا ہوتا ہے، لیکن بیج کو "پھل" (ثواب) میں بدلنے کے لیے زمین کی آغوش، پانی کی مشقت اور وقت کا انتظار (عمل) چاہیے۔

اجر و ثواب کی روایات میں مذکور کلمات "بیج" ہیں۔ اگر آپ ان بیجوں کو صرف زبان سے دہرا کر جیب میں رکھیں گے تو پھل نہیں ملے گا۔ ثواب اس وقت برآمد ہوتا ہے جب ان کلمات کو "عمل کی زمین" میں بویا جائے۔ بیج جتنا جاندار اور زمین جتنی زرخیز (انسانی شخصیت) ہوگی، ثواب کا درخت اتنا ہی تناور ہوگا۔

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

ڈیجیٹل مثال

آج کی دنیا میں کسی بھی بڑے سافٹ ویئر یا اکاؤنٹ تک رسائی کے لیے ایک "پاس ورڈ" درکار ہوتا ہے۔ پاس ورڈ بظاہر چند حروف ہیں، لیکن اس کی قیمت اس "ڈیٹا" سے طے ہوتی ہے جو اس کے پیچھے محفوظ ہے۔

کلماتِ ثواب کائناتی خزانوں کے "پاس ورڈز" ہیں۔ اگر ایک ہیکر (بے عمل شخص) یہ پاس ورڈ چوری کر کے بولے گا تو اسے رسائی نہیں ملے گی، کیونکہ سسٹم اسے پہچان لے گا کہ یہ اس کا قانونی مالک (نائبِ الٰہی) نہیں ہے۔ ثواب الفاظ کا نہیں بلکہ اس "رسائی" (Access) کا نام ہے جو صاحبِ عمل کو حاصل ہوتی ہے۔

طبی مثال: نسخہ بمقابلہ دوا کا استعمال

ڈاکٹر مریض کو نسخہ (Prescription) لکھ کر دیتا ہے۔ اگر مریض دوائی کو دن میں ہزار بار پڑھے یا چوم کر آنکھوں سے لگائے، تو اسے شفا نہیں ملے گی۔

ثواب کی روایات وہ "شفائیہ نسخے" ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیے۔ شفا (ثواب) نسخہ پڑھنے میں نہیں، بلکہ اس کے مطابق دوا (عمل) کو اپنے جسم کا حصہ بنانے میں ہے۔

ثواب کی سائنسی تشریح

انرجی اور انفارمیشن (Law of Conservation of Energy): سائنس کے مطابق کائنات میں کچھ ضائع نہیں ہوتا۔ الفاظ توانائی کی لہریں ہیں۔ جب ایک عامل خلوص سے کلمات ادا کرتا ہے، تو وہ فضا میں ایک "انفارمیشن کوڈ" جاری کرتا ہے جو اس کے ڈی این اے اور روحانی وجود میں ارتقائی تبدیلی لاتا ہے۔

نیوروپلاسٹی سٹی (Neuroplasticity): دماغی خلیات تکرار سے اپنی ساخت بدلتے ہیں۔ 80 سال کے گناہوں کی معافی کا سائنسی مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کی شعوری تکرار سے دماغ میں موجود منفی "نیورل پاتھ ویز" مٹ جائیں اور مثبت سوچ کے راستے بن جائیں۔ یہ "ری سیٹ" ہونا ہی وہ حقیقی اجر ہے۔

قانونِ مکافاتِ عمل (Action & Reaction): نیوٹن کا تیسرا قانون کہتا ہے کہ ہر ایکشن کا ایک ری ایکشن ہوتا ہے۔ ثواب انسانی سعی کا کائناتی ردِ عمل ہے۔ اگر عمل (Action) صفر ہے، تو ردِ عمل (ثواب) بھی صفر ہوگا۔

خلاصہِ منطقی تمثیلات

ان تمام مثالوں سے یہ سائنسی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ثواب کوئی جامد گنتی نہیں ہے۔ ثواب ایک پراڈکٹ (Product) ہے جو "نیت" اور "عمل" کے ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہے: Reward = Intent ×Action اگر ان میں سے ایک بھی صفر ہے تو نتیجہ صفر ہوگا۔

عدمِ تحدید (No Limits): چونکہ نیت کی گہرائی اور عمل کے اثرات کی کوئی حد نہیں، اس لیے ثواب کا بھی کوئی "فکسڈ نمبر" نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایٹم کی طرح ذرے سے لے کر پوری کائنات کے پھیلاؤ تک وزنی ہو سکتا ہے۔ ثواب دراصل کائنات کے اس فطری ردِ عمل کا نام ہے جو ایک نائبِ الٰہی کے مخلصانہ عمل کے نتیجے میں برآمد ہوتا ہے۔ کلماتِ ثواب وہ 'چابی' ہیں جو عمل کے بند دروازوں کو کھولتی ہیں، لیکن اگر دروازہ (عمل) ہی موجود نہ ہو، تو چابی گھمانا بے سود ہے۔"ثواب کی اس سائنسی اور عملی حقیقت کو مزید گہرائی میں سمجھنے کے لیے ہمیں ان آفاقی قوانین اور بنیادی اصولوں پر غور کرنا ہوگا جو زندگی کے ہر شعبے میں 'عمل' اور 'نتائج' کے درمیان ایک ناگزیر پل کا کردار ادا کرتے ہیں۔ ذیل کے یہ اصول ہمیں بتاتے ہیں کہ کائنات کا ذرہ ذرہ 'رسم' کے بجائے 'حقیقت' کی گواہی دے رہا ہے

قوانینِ ارتقائے عمل

مقالے کے اس مرحلے پر ہم ان اصولوں کو پیش کرتے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ ثواب کی عمارت صرف اور صرف "عمل" کے ستونوں پر کھڑی ہے۔

۱. تھیوری اور لیبارٹری

اصول: اسلام کے احکامات "تھیوری" ہیں اور یہ کائنات وانسانی زندگی اس کی "لیبارٹری" ہے۔

مثال: جس طرح سائنس میں صرف کیمیکل کا نام لینے سے نتیجہ برآمد نہیں ہوتا بلکہ اسے لیبارٹری میں عملی طور پر ملانا پڑتا ہے، اسی طرح ثواب محض کلماتِ تھیوری کا نام نہیں بلکہ انہیں زندگی کی لیبارٹری میں آزمانے کا صلہ ہے۔

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

۲. قول اور فعل (اقرار بمقابلہ اقدام)

اصول: اسلام صرف زبان سے اقرار کرنے کا نام نہیں، بلکہ ہاتھ پاؤں سے کر کے دکھانے کا نام ہے۔

مثال: اگر ایک پیاسا شخص صرف "پانی" کا لفظ بار بار بولتا رہے تو اس کی پیاس نہیں بجھے گی۔ پیاس بجھانے کا صلہ (ثواب) پانی پینے کے "فعل" میں ہے، صرف "قول" میں نہیں۔

۳. دعویٰ اور دلیل (ایمان بمقابلہ گواہی)

اصول: ایمان ایک دعویٰ ہے، اور ہمارے نیک اعمال اس دعویٰ کی سچی گواہی اور دلیل ہیں۔

مثال: عدالت میں محض دعویٰ ثبوت کے بغیر مسترد کر دیا جاتا ہے۔ اللہ کی عدالت میں بھی "ثواب" اس وقت ملتا ہے جب بندہ اپنے ایمان کے دعوے پر "عملِ صالح" کی دلیل پیش کرتا ہے۔

۴. خاکہ اور نقش (ہدایت بمقابلہ تکمیل)

اصول: قرآن ہدایت کا ایک خاکہ پیش کرتا ہے، اور ہماری زندگی اس خاکے میں عمل کے رنگ بھر کر ایک نقش بناتی ہے۔

مثال: جس طرح تصویر کے خاکے (Sketch) میں جب تک رنگ نہ بھرا جائے وہ تصویر مکمل نہیں ہوتی، اسی طرح ثواب وہ "رنگ" ہے جو انسانی زندگی کے خاکے کو عمل کے ذریعے "نقشِ جمیل" میں بدل دیتا ہے۔

۵. علم اور حال (معلومات بمقابلہ شخصیت)

اصول: محض معلومات کا ذخیرہ کرنا کافی نہیں، بلکہ ان معلومات کو اپنی شخصیت کا حصہ بنانا اصل مقصد ہے۔

مثال: طبی کتب کا حافظ ہونا صحت کی ضمانت نہیں۔ صحت (ثواب) اس وقت ملتی ہے جب وہ علم انسانی "حال" (Condition) بن کر اس کے خون میں دوڑنے لگے۔

۶. صورت اور حقیقت (ظاہر بمقابلہ باطن)

اصول: رسمی عبادت صلے کی صرف ایک "صورت" ہے، جبکہ عمل کی روح اس کی "حقیقت" ہے۔

مثال: ایک بے روح جسم صرف گوشت کا لوتھڑا ہے، اسے انسان تب کہا جاتا ہے جب اس میں روح ہو۔ اسی طرح بے عمل رسم ثواب کی بے روح "صورت" ہے، صلہ صرف "حقیقتِ عمل" پر ملتا ہے۔

۷. جذبات اور اتباع (جوش بمقابلہ پیروی)

اصول: صلہ محض وقتی جذبات کا نام نہیں، بلکہ ضابطہِ الٰہی کی مستقل اتباع کا نام ہے۔

مثال: کسی کے حق میں نعرے لگانا آسان ہے، لیکن اس کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلنا مشکل۔ ثواب نعرہ بازی (جذبات) پر نہیں بلکہ قدم بہ قدم پیروی (اتباع) پر ملتا ہے۔

مشقت اور صلہ: (اقتصادی و مالیاتی پہلو-Economics)

قانون: دنیا کا کوئی بھی بینک آپ کو "منافع" (Profit) اس وقت تک نہیں دیتا جب تک آپ "رقم" (Capital) جمع نہ کرائیں۔

منطقی ربط: ثواب اللہ کے بینک کا وہ "منافع" ہے جو آپ کے "اعمالِ صالحہ" کے سرمائے پر ملتا ہے۔ اگر سرمایہ (عمل) صفر ہے، تو منافع کا مطالبہ عقلی طور پر باطل ہے۔

مثال: جیسے کوئی شخص بینک کے باہر کھڑے ہو کر صرف "منافع، منافع" کی گردان کرے تو اسے کچھ نہیں ملے گا، یہی حال بے عمل رسم پرست کا ہے۔

فن اور ریاضت: (فنی و تخلیقی پہلو-Arts & Skills)

قانون: کسی بھی فن (فنِ خطاطی، موسیقی یا کرکٹ) میں صرف "قواعد" جان لینا کافی نہیں، بلکہ انگلیوں کی پوروں کو لہولہان کرنا (ریاضت) پڑتا ہے۔

منطقی ربط: اسلام ایک فنِ زندگی (Art of Living) ہے۔ ثواب اس فن کی وہ "مہارت" ہے جو مسلسل ریاضت (عمل) سے حاصل ہوتی ہے۔

مثال: جیسے کوئی شخص بیٹنگ کے تمام اصول زبانی یاد کر لے لیکن پچ پر کھڑا نہ ہو سکے، تو اسے "رنز" (ثواب) نہیں ملیں گے۔

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

مذکورہ بالا سائنسی حقائق اور عملی تمثیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ثواب کوئی مافوق الفطرت معجزہ نہیں بلکہ کائنات کے ان مادی اور روحانی قوانین کا حصہ ہے جن کے تحت یہ پوری بزمِ ہستی قائم ہے۔ جب ہم اسلام کو ایک 'زندہ نظام' کے طور پر دیکھتے ہیں، تو ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کا ہر حکم ایک خاص مقصد اور ہر صلہ ایک خاص نتیجے کے تابع ہے۔

مبحث سوم: رسم پرستی کا رد

گزشتہ ابواب میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ انسانی زندگی کا اصل جوہر 'نیابتِ الٰہی' ہے اور اس نیابت کا صلہ (ثواب) ایک خالص سائنسی اور عملی حقیقت ہے جو انسانی شخصیت کے ارتقاء سے مشروط ہے۔ ثواب دراصل اس توانائی اور روحانی بلندی کا نام ہے جو انسان کے مخلصانہ عمل کے نتیجے میں اس کے وجود کا حصہ بنتی ہے۔ تاہم جب ہم اپنے اردگرد کے سماجی ڈھانچے کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ایک المیہ سامنے آتا ہے کہ ہم نے 'ارتقائے عمل' کے اس زندہ نظام کو محض 'بے جان رسموں' کے دھندے میں بدل دیا ہے۔ ہم نے 'مقصد' کو چھوڑ کر 'ذریعے' کو ہی منزل سمجھ لیا ہے، جس کے نتیجے میں ثواب کا وہ تصور جو معاشرے میں انقلاب برپا کرنے والا تھا، آج محض چند مخصوص سیشنز اور جذباتی پروگراموں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

(الف) محافل و میلاد: "سیشن" اور رسمیت کا علمی و سماجی محاسبہ

ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو ایک دائمی حالت کے بجائے چند گھنٹوں کے "مقدس سیشن" میں قید کر دیا ہے۔ اس رسمیت کی بدترین شکل ان محافل میں نظر آتی ہے جہاں اصل مقصد مفقود اور نمائش غالب ہے۔

اصل مقصد اور ثواب کی حقیقت

ذکرِ رسول ﷺ کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس "کامل نمونہِ عمل" کو دیکھ کر اپنی زندگی کی اصلاح کی جائے۔

مقاصدِ شریعہ کا حصول: اگر گھر میں محفل ہو رہی ہے تو اس کا ثواب یہ ہے کہ گھر میں امن، سکون اور اسلامی نظام نافذ ہو۔ اگر کسی حکمران یا سیاسی سربراہ کے ہاں محفل ہے تو اس کا اصل ثبوت یہ ہے کہ وہ کرپشن سے توبہ کرے اور ملک میں عدل کا نظام قائم کرے۔ جب تک یہ مقاصدِ شریعہ حاصل نہ ہوں، محض الفاظ کی گردان سے ثواب کا سائنسی قانون (تبدیلیِ حال) پورا نہیں ہوتا۔

محافل کی بنیادی خامیاں

خرافات کی تفصیل سے پہلے ان دو نفسیاتی پہلوؤں کو سمجھنا ضروری ہے جو اس عمل کو ضائع کر رہے ہیں۔

عدم توجہ (مکینیکل حاضری): محفل جاری ہے مگر شرکاء موبائل میں مگن ہیں، کوئی لنگر کے کھلنے کا منتظر ہے، کوئی اپنے کاروباری معاملات طے کر رہا ہے۔ یہ اس بات کی گواہی ہے کہ اسے صرف ایک سماجی رسم سمجھ کر "ٹائم" دیا جا رہا ہے، گویا جسم حاضر ہے مگر روح غائب ہے۔

نظام کی خرابی اور رسمی محفل: یہ سب سے بڑا تضاد ہے کہ حکمران میلاد منا رہے ہیں مگر کرپشن نہیں چھوڑتے، اور گھروں میں محفلیں ہو رہی ہیں مگر آپس میں لڑائی جھگڑا اور نااتفاقی قائم ہے۔ ہم نے "رسم" کو "نظام" کا متبادل بنا لیا ہے، جو کہ صریحاً دھوکہ ہے۔

خرافات

۱۔ فضول خرچی اور بیجا سجاوٹ: لاکھوں روپے لائٹنگ اور عارضی سجاوٹ پر ضائع کرنا جبکہ اسی محلے میں لوگ فاقہ کر رہے ہوں۔

قرآن: "بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔"[29]

۲۔ پڑھنے والوں کی مالی لالچ

نعت خوانوں اور مقررین کا بھاری معاوضے طے کرنا۔

[29] الاسراء، 27:17

حدیث:" قرآن پڑھو اور اس کے ذریعے اللہ سے مانگو، اس سے پہلے کہ ایسے لوگ آئیں جو اس کے ذریعے لوگوں سے (مال) مانگیں گے۔"[30]

۳۔ نامناسب الفاظ اور غلو

ایسے اشعار یا جملے جو شرک کی حدوں کو چھوئیں یا شخصیت پرستی میں غلو کریں۔

حدیث:"میری تعریف میں ویسا غلو نہ کرنا جیسا عیسائیوں نے ابنِ مریم کے حق میں کیا۔"[31]

۴۔ مخلوط اجتماع اور بے پردگی

ثواب کے نام پر نامحرم مردوں اور عورتوں کا اختلاط۔

قرآن:"مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔"[32]

۵۔ فیشن، تصاویر اور مووی کی فکر

ساری توجہ سیلفیوں اور سوشل میڈیا پر دکھاوے پر ہونا۔

حدیث:"جس نے دکھاوے کے لیے کوئی عمل کیا، اللہ اس کی رسوائی سب کو دکھادے گا۔"[33]

۶۔ تکبر اور انا پرستی

یہ مقابلہ کہ "ہمارا اسٹیج سب سے بلند ہے" یا "ہماری محفل سب سے مہنگی ہے"۔

حدیث:"جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔"[34]

۷۔ راستے بند کرنا اور عوامی اذیت

سڑکیں بلاک کر کے مسافروں اور مریضوں کے لیے مشکل پیدا کرنا۔

حدیث:"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں۔"[35]

۸۔ ریاکاری (دکھاوا)

نیت اللہ کی رضا کے بجائے لوگوں میں واہ واہ کروانا ہو۔

قرآن:"بیشک منافقین... جب نماز (عبادت) کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو محض لوگوں کو دکھانے کے لیے۔"[36]

۹۔ عمرہ اور جہیز کے ٹکٹ (انعامی ٹوکن)

نفلی عبادت کو انعامی اسکیم بنانا اور حرام مال (قبضوں، رشوت) پر پردہ ڈالنے کے لیے استعمال کرنا۔ یہ پیسہ ریاکاری کے بغیر خاموشی سے مستحقین کی تعلیم اور بیواؤں پر خرچ ہونا چاہیے تھا جو کہ حقیقی ثواب ہے۔

۱۰۔ شور و غوغا اور پڑوسیوں کی اذیت

اونچے لاؤڈ اسپیکر لگا کر بیماروں اور آرام کرنے والوں کو تنگ کرنا۔

---

30 احمد بن حنبل۔ مسند احمد بن حنبل۔ رقم الحدیث:19043۔

31 البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ رقم الحدیث:6502

32 النور، 30:24

33 البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ رقم الحدیث:6016۔

34 مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم۔ رقم الحدیث:4223

35 البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ رقم الحدیث:10

36 النساء، 142:4

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

حدیث: "اللہ کی قسم! وہ مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی اذیتوں سے محفوظ نہ ہو۔"[37]

یہ تمام خرافات ثابت کرتی ہیں کہ ہم نے "عمل" کے مشکل راستے سے بچنے کے لیے "رسم" کا آسان راستہ چن لیا ہے۔ جب تک یہ محفلیں ہمیں کرپشن، لڑائی اور غفلت سے نکال کر عملی نظامِ اسلام کی طرف نہیں لائیں گی، یہ صرف ایک "وقت گزاری کا سیشن" ہی رہیں گی جس کا ثواب کے اصل پیمانے (تبدیلی کردار) سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے معاشرے بالخصوص برصغیر میں ایصالِ ثواب کی مروجہ شکل دراصل اسلامی تعلیمات کے بالکل برعکس ایک ایسی "سماجی سرمایہ کاری" بن چکی ہے جس میں میت کے لیے تڑپ کم اور معاشرے میں اپنی ناک اونچی رکھنے کا جذبہ زیادہ ہے۔

(ب) ایصالِ ثواب کی رسم

اسلام میں میت کے لیے دعا اور خیرات کی ترغیب دی گئی تھی، مگر ہم نے اسے ایک ایسی "مکینیکل رسم" بنا دیا ہے جو نہ صرف شرعی بنیادوں سے خالی ہے بلکہ پسماندگان کے لیے وبال بن چکی ہے۔

اصل مقصد اور حقیقتِ ثواب

ایصالِ ثواب کا اصل مقصد میت کے لیے استغفار اور زندوں کے لیے موت کی یاد تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے مرنے کے بعد تین چیزیں اسے نفع دیتی ہیں: ۱۔ صدقہ جاریہ، ۲۔ ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جائے، ۳۔ نیک اولاد جو دعا کرے[38]۔

حقیقت: ثواب کوئی مادی "بیلنس" نہیں ہے جسے ہم بچوں سے قرآن پڑھوا کر حاصل کریں اور پھر میت کو "ٹرانسفر" کر دیں، بلکہ یہ اس میت کے اپنے عملی اثرات ہیں جو اس کی زندگی کے بعد باقی رہے۔

مروجہ رسم: "سیشن" اور سماجی دباؤ

آج ایصالِ ثواب کو ایک ایسا "ایونٹ" بنا دیا گیا ہے جس میں درج ذیل اخلاقی و عملی خرابیاں شامل ہیں۔

ورثاء پر بوجھ اور طعنے: غم زدہ خاندان کو اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ تمام رشتہ داروں کو بلائے اور اچھے کھانے کا اہتمام کرے۔ اگر کھانا اچھا نہ ہو یا کسی کو نہ بلایا جائے تو طعنے دیے جاتے ہیں، گویا یہ میت کے لیے دعا نہیں بلکہ رشتہ داروں کی "تواضع کی رسم" ہے۔

شادی ہال اور ہوٹل کی بکنگ: نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ایصالِ ثواب کے لیے انویٹیشن کارڈ چھپوائے جاتے ہیں اور ہوٹلز بک کیے جاتے ہیں۔ یہ "موت" کو "شادی" کی طرح ایک جشن میں بدلنے کی کوشش ہے۔

تلاوت و نعت کی بے روح رسم: بچوں کو بلایا جاتا ہے جو بغیر سمجھے "پڑھنے کی بھاگ دوڑ" میں لگے ہوتے ہیں تاکہ گنتی پوری ہو سکے۔ یہ قرآن کی توہین ہے کہ اسے ہدایت کے بجائے ایک "تجارتی ٹوکن" کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

خرافات

ا۔ کھانے کی لالچ اور دکھاوا

ایصالِ ثواب کے نام پر بڑے بڑے دستر خوان سجانا جبکہ میت کے گھر میں کھانا خود بھیجنے کا حکم تھا۔

حدیث: "جعفر (رضی اللہ عنہ) کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو کیونکہ ان پر ایسا معاملہ (موت) آ پڑا ہے جس نے انہیں مشغول کر دیا ہے۔"[39]

شرعی اور اخلاقی نقطہ نظر سے رشتہ داروں کا میت کے گھر کھانا کھانا اور اچھے کھانے کا مطالبہ کرنا ایک ایسی قبیح رسم ہے جو اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔

۲۔ پڑھنے والوں کی پیسوں کی لالچ

قرآن پڑھنے والوں کا معاوضہ لینا یا ان کے لیے خصوصی رقم رکھنا۔

---

[37] ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد۔ المصنف۔ جلد 5، صفحہ 331، حدیث نمبر: 25930

[38] مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم۔ رقم الحدیث: 283

[39] الترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ سنن الترمذی۔ رقم الحدیث: 2685

The Study of Religion and History

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.2, 2026

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

حدیث: "جس نے قرآن پڑھا وہ اللہ سے سوال کرے، عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن پڑھ کر لوگوں سے سوال کریں گے۔"[40]۔

جب قرآن پڑھنے والا پیسے کے لیے پڑھے گا، تو اس میں وہ "اخلاص" ہی نہیں ہو گا جو ثواب کا باعث بنتا ہے۔

۳۔ رشتہ داروں کی لڑائی اور انا پرستی

کس کو بلایا، کس کو نہیں بلایا، کون اونچی جگہ بیٹھا—ان باتوں پر لڑائی جھگڑا۔

قرآن: "اور جو لوگ اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں... اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کے لیے لعنت ہے۔"[41]

ایصالِ ثواب کا پروگرام جو دلوں کو جوڑنے اور موت کو یاد کرنے کے لیے تھا، وہ انا پرستی کی وجہ سے نفرتوں کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

۴۔ توجہ کا فقدان (موبائل اور دنیاوی باتیں)

مجلس میں قرآن پڑھا جا رہا ہوتا ہے اور لوگ موبائل پر مصروف ہوتے ہیں یا دنیاوی گپ شپ لگا رہے ہوتے ہیں۔

قرآن: "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"[42]

۵۔ تلاوت بمقابلہ ہدایت

اگر نیت یہ بھی ہو کہ کچھ سیکھیں گے، تب بھی زور صرف فضائل اور نعتوں پر ہوتا ہے، اس پر نہیں کہ قرآن ہم سے کیا مطالبہ کر رہا ہے۔

علمی نکتہ: ہدایت زندوں کے لیے ہے، جب تک زندہ انسان قرآن سے بدلتا نہیں، اس کے پڑھنے کا وہ "عملی ثواب" پیدا ہی نہیں ہوتا جو دوسروں تک پہنچے۔ ایصالِ ثواب کی یہ مروجہ رسم ثابت کرتی ہے کہ ہم نے دین کو "ایونٹ مینجمنٹ" بنا دیا ہے۔ ہم میت کے نام پر کھانا کھلا کر اور رسمیں پوری کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا حق ادا کر دیا، جبکہ اصل ثواب اس نیک اولاد کے عمل میں تھا جو میت کے نقشِ قدم پر چل کر معاشرے میں نیکی پھیلاتی۔ یہ "سیشن" میت کو فائدہ پہنچانے کے بجائے زندوں کی ریاکاری اور انا کی تسکین کا ذریعہ بن چکا ہے۔

(ج) وظائف اور تسبیحات کی رسم

اسلام میں ذکرِ الٰہی کا مقصد انسان کے شعور کو بیدار کرنا تھا تاکہ وہ ہر لمحہ اللہ کی نگرانی کا احساس کرے۔ لیکن آج یہ محض ایک "مکینیکل عمل" اور گنتی کا کھیل بن کر رہ گیا ہے۔

اصل مقصد اور حقیقتِ ثواب

ذکر کا اصل ثواب اس وقت ملتا ہے جب وہ انسان کے "عمل" پر اثر انداز ہو۔ سچا ذکر وہ ہے جو حرام کام کے سامنے آنے پر انسان کو اللہ کے خوف سے روک دے۔

ثواب کا معیار: تسبیح کا اصل ثواب انگلیوں کی حرکت میں نہیں، بلکہ اس کردار کی تبدیلی میں ہے جو ذکر کے بعد معاشرے میں نظر آئے۔

مروجہ رسم: لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ دن بھر کی بداخلاقی اور فرائض کی کوتاہی کو چند ہزار بار تسبیح پڑھ کر "بیلنس" کیا جا سکتا ہے۔ یہ دین کو ایک "شارٹ کٹ" سمجھنے کے مترادف ہے۔

خرافات

۱۔ فرائض کو ترک کرنا

لوگ نفلی وظائف اور تسبیحات میں گھنٹوں لگاتے ہیں لیکن نمازِ باجماعت یا حقوق العباد جیسے فرائض میں سستی کرتے ہیں۔

---

[40] الترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ سنن الترمذی۔ رقم الحدیث: 3895۔

[41] الرعد، 25:13

[42] الاعراف، 204:7

The Study of Religion and History
THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.2, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے، ان میں مجھے سب سے زیادہ وہ پسند ہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہیں"۔[43]

فرائض کو چھوڑ کر نفل وظائف میں مصروف رہنا ایسا ہی ہے جیسے بنیاد کے بغیر چھت ڈالنے کی کوشش کرنا۔

۲۔ عملی کردار کا فقدان

تسبیح ہاتھ میں ہوتی ہے لیکن زبان سے جھوٹ، غیبت اور معاملات میں دھوکہ دہی جاری رہتی ہے۔

قرآن: "اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرو نہیں۔"[44]

اگر ذکر دل کو نرم اور معاملات کو درست نہیں کر رہا، تو وہ محض ایک "صوتی مشق" ہے۔

۳۔ فحاشی و عریانی کی محافل میں تسبیح

لوگ ایسی محفلوں، ٹی وی پروگراموں یا سوشل میڈیا پر بیٹھے ہوتے ہیں جہاں فحاشی اور لایعنی چیزیں چل رہی ہوتی ہیں اور ساتھ ساتھ تسبیح بھی چل رہی ہوتی ہے۔

قرآن: "اور جب وہ بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔"[45]

ذکرِ الٰہی کا تقاضا تھا کہ انسان گناہ کی جگہ سے اٹھ جائے، مگر یہاں تسبیح کو گناہ کے ساتھ جوڑ کر گویا اسے "جائز" کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

۴۔ عملاً اسلام مخالف ہونا

ذاتی زندگی میں سود، رشوت اور ظلم کا بازار گرم رکھنا اور پھر اسے "وظائف کی برکت" سے چھپانا۔

حدیث: "وہ شخص ہم میں سے نہیں جو (معاملات میں) دھوکہ دے۔"[46]

اسلام مخالف طرزِ زندگی کے ساتھ تسبیح کرنا دراصل ذکرِ الٰہی کا مذاق اڑانا ہے۔

۵۔ ریاکاری (دکھاوے کی بندگی)

لوگوں کے سامنے تسبیح کو نمایاں کرنا تاکہ معاشرے میں "بزرگ" اور "نیک" کہلائیں۔

قرآن: "پس تباہی ہے ان نمازیوں (عبادت گزاروں) کے لیے... جو دکھاوا کرتے ہیں۔"[47]

تفصیل: جب ذکر کا مقصد اللہ کی رضا کے بجائے اپنی "ساکھ" بنانا ہو، تو وہ ثواب نہیں بلکہ بوجھ بن جاتا ہے۔

۶۔ بداخلاقی اور دل دکھانا

ہاتھ میں تسبیح ہے مگر دوسرے ہی لمحے ماتحتوں، ملازموں یا گھر والوں کا دل دکھایا جا رہا ہوتا ہے۔

حدیث: "تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہترین ہو"[48]۔ "مومن وہ ہے جس سے لوگوں کی جانیں اور مال محفوظ رہیں۔"[49]

مخلوقِ خدا کا دل دکھا کر خالق کا نام لینا ایک بدترین تضاد ہے۔

---

[43] البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ رقم الحدیث: 7439

[44] الصف، 2:61-

[45] القصص، 55:28

[46] مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم۔ رقم الحدیث: 265

[47] الماعون، 107:6-4

[48] الترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ سنن الترمذی۔ رقم الحدیث: 998

[49] النسائی، احمد بن شعیب۔ سنن النسائی۔ رقم الحدیث: 4998

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.4, No.2, 2026

وظائف اور تسبیحات کی یہ مروجہ رسم ثابت کرتی ہے کہ ہم نے دین کو ایک "جادوئی منتر" بنالیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ چند الفاظ کی تکرار ہمیں عملی ذمہ داریوں سے آزاد کر دے گی۔ موجودہ دور کی ان رسومات اور اخلاقی پستی کی تصویر کشی نبی ﷺ نے صدیوں پہلے ان الفاظ میں فرمادی تھی کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قریب ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا دور آئے جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کا صرف رسم الخط باقی رہ جائے گا، ان کی مساجد آباد ہوں گی لیکن وہ ہدایت سے خالی ہوں گی، ان کے علما آسمان تلے بدترین لوگ ہوں گے، ان کے پاس سے فتنہ ظاہر ہو گا اور انہی میں لوٹ جائے گا۔"[50]

ایک سچے "نائبِ الٰہی" کا ذکر اس کے عمل سے بولتا ہے؛ اس کی تسبیح اس کی دیانت ہے، اس کا وظیفہ اس کا اخلاق ہے، اور اس کا ذکر اس کی سچائی ہے۔ جب تک ذکر کردار نہیں بنتا، وہ صرف ایک "رسمی سیشن" ہے جس کا حقیقی ثواب سے کوئی تعلق نہیں۔

مبحث چہارم: اجرِ عظیم کا حقدار کون؟

پہلے تین مراحل میں ہم نے اس حقیقت کا تفصیلی جائزہ لیا کہ ثواب محض ایک جذباتی تصور نہیں بلکہ ایک ٹھوس "علمی و سائنسی قانون" ہے جس کا تعلق براہِ راست انسانی عمل اور اخلاص سے ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ کس طرح مروجہ سماجی رسومات، دکھاوے کی محفلوں اور بے روح وظائف نے ثواب کے اس پاکیزہ نظام کو ایک "سیشن" اور "رسم" میں بدل کر رکھ دیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ تمام مروجہ طریقے ثواب کا اصل ذریعہ نہیں ہیں، تو پھر وہ کون سا راستہ ہے جو انسان کو اللہ کے ہاں "اجرِ عظیم" کا مستحق بناتا ہے؟

قرآن و حدیث کے عمیق مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے ہاں صلہ (Reward) ان لوگوں کے لیے نہیں ہے جو صرف الفاظ کی کثرت یا نمائش پر یقین رکھتے ہیں، بلکہ اجر ان کے لیے ہے جن کا ہر عمل "مقاصدِ شریعہ" کے تابع اور "نظامِ حق" کی عکاسی کرتا ہے۔ درج ذیل نکات ہمیں بتاتے ہیں کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ثواب کا اصل مستحق ہونے کے لیے کن بنیادی علمی اور عملی پیمانوں کی ضرورت ہے۔

ا۔ عملی بندگی کی فوقیت

رسول اللہ ﷺ نے مختلف مواقع پر یہ واضح فرمایا کہ جب انسان معاشرے کی اصلاح یا انصاف کے لیے ایک قدم اٹھاتا ہے، تو اس کا ثواب رسمی عبادتوں سے کہیں بڑھ جاتا ہے۔

انصاف: آپ ﷺ نے فرمایا: "عدل کا ایک دن (انصاف کی ایک گھڑی) ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔"[51] یعنی وہ حاکم جو ایک فیصلہ انصاف سے کرتا ہے، اسے وہ اجر ملتا ہے جو ساٹھ سال کے نفل روزوں اور نمازوں سے نہیں ملتا۔

لوگوں کی اصلاح: آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جو درجے میں نماز، روزہ اور صدقہ سے بھی افضل ہے؟ وہ ہے 'آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا' (لوگوں میں صلح کروانا)۔"[52] یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ "سماجی خیر" انفرادی نفل عبادت سے برتر ہے۔

ضرورت مند کی خدمت: آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے چلے، اس کا یہ عمل مسجدِ نبوی میں دس سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔"[53] ذرا غور کریں! اعتکاف جیسی عظیم عبادت کے مقابلے میں ایک انسان کی عملی مدد کو فوقیت دی گئی ہے۔

علم کی برتری: آپ ﷺ نے فرمایا: "عالم کی فضیلت عابد (عبادت گزار) پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر۔"[54] کیونکہ عابد کا نفع صرف اس کی ذات تک ہے، جبکہ عالم کا علم پورے معاشرے کو "بیداری" دیتا ہے۔

---

[50] التبریزی، ولی الدین۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب العلم، فصل ثالث، حدیث نمبر: 276

[51] ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبد اللہ بن محمد۔ المُصنَّف۔ جلد 5، صفحہ 331، حدیث نمبر: 22351

[52] الترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ سنن الترمذی۔ رقم الحدیث: 2509

[53] الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد۔ المعجم الاوسط، رقم الحدیث: 5802

[54] الترمذی، محمد بن عیسیٰ۔ سنن الترمذی۔ رقم الحدیث: 2685۔

۲۔ قرآن: تلاوت بمقابلہ فہم و تدبر

قرآن نے ثواب کا مستحق ان لوگوں کو قرار دیا ہے جو اسے محض ثواب کی نیت سے پڑھتے نہیں، بلکہ اسے "سمجھنے" کے لیے کھولتے ہیں۔

قرآنی مطالبہ: "کیا وہ قرآن میں تدبر (غور و فکر) نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟"[55]

۔ثواب کا اصل حقدار وہ ہے جو قرآن کے ذریعے کائنات اور اپنے نفس کے حقائق کو پہچانتا ہے۔

۳۔ نماز: رسمِ ادائی بمقابلہ اقامتِ نماز

قرآن میں نماز کے لیے "قراءت" (پڑھنے) کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے ہمیشہ "اقامت" (قائم کرنا) کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

نکتہ: نماز کو "قائم" کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اثر تمہارے اخلاق میں نظر آئے۔ وہ شخص اجر کا حقدار ہے جس کی نماز اسے بد دیانتی، ظلم اور فواحش سے روک دے، جیسا کہ قرآن نے سورہ عنکبوت میں واضح فرمایا ہے۔

۴۔ نبوی ﷺ پیمانہ: عملی نفع بمقابلہ رسمی کثرت

رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں بارہا یہ ثابت فرمایا کہ اللہ کے ہاں "کیفیتِ عمل" اور "انسانی نفع" کی اہمیت رسمی عبادات سے کہیں زیادہ ہے۔

علم کی مجلس کی فوقیت: آپ ﷺ کا ذکر کی محفل کے مقابلے میں علم کی محفل کو منتخب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ "شعور اور بیداری" اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔[56]

مفلس کا تصور: وہ شخص جو ڈھیروں نمازیں، روزے اور تسبیحات لے کر آئے گا مگر اس کے اخلاق اور سماجی معاملات (حقوق العباد) خراب ہوں گے، وہ اللہ کے ہاں "دیوالیہ" قرار پائے گا۔[57]

عملی ہمدردی کا صلہ: ایک پیاسے کتے کو پانی پلانے پر ایک گنہگار عورت کی مغفرت یہ ثابت کرتی ہے کہ اللہ کے ہاں ایک چھوٹا سا "خالص عملی قدم" لاکھوں بے روح رسومات پر بھاری ہے۔[58]

اجر کی بنیاد: اللہ کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ لوگوں کا قرآنی نقشہ

اللہ تعالیٰ کو کس سے محبت ہے؟ قرآن کریم میں 19 مقامات پر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اسے کس سے محبت ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں:

احسان کرنے والوں سے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ [59] وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ[60]

توبہ کرنے والوں سے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ[61]

پاک صاف رہنے والوں سے: وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ, وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ[62]

رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والوں سے: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ[63]

---

[55] سورہ محمد، 24:47

[56] ابن ماجہ، محمد بن یزید۔ سنن ابن ماجہ۔ رقم الحدیث: 229

[57] مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم۔ رقم الحدیث: 4223

[58] البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ رقم الحدیث: 2363

[59] سورۃ البقرہ، 195:2، سورۃ المائدہ، 13:5

[60] سورۃ آلِ عمران، 134:3، سورۃ آلِ عمران، 148:3، سورۃ المائدہ، 93:5

[61] سورۃ البقرہ، 222:2

[62] سورۃ التوبہ، 108:9

[63] سورۃ آلِ عمران، 31:3

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337
Vol.4, No.2, 2026

تقوی اختیار کرنے والوں سے: فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ[64]. إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ[65]

صبر کرنے والوں سے: وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ[66]

توکل کرنے والوں سے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ[67]

انصاف کرنے والوں سے: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ[68]

ایسے لوگوں سے جو مومنوں کے لیے نرم ہوں، کافروں کے لیے سخت ہوں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی پروانہ کرتے ہوں:

فَسَوْفَ يَأْتِي ٱللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُۥٓ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ يُجَٰهِدُونَ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ[69]

اللہ کی راہ میں صف آرا مجاہدین سے: اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ[70]

اللہ کے ناپسندیدہ لوگ (اجر سے محروم)

وہ 23 مقامات بھی دیکھ لیتے ہیں جہاں ان بد قسمت لوگوں، یا ان برے افعال، کا ذکر ہے جن سے اللہ محبت نہیں کرتا۔

اللہ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے والے: إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ[71]

فساد کرنے والے: وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ[72] إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ[73]

ناشکری اور حق تلفی کرنے والے: وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ[74]

خیانت کرنے والے: إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا[75] إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ[76] إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ[77]

کفر کرنے والے: فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ[78] إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ[79]

---

[64] سورۃ آلِ عمران، 76:3

[65] سورۃ التوبہ، 4:9، سورۃ التوبہ 7:9

[66] سورۃ آلِ عمران، 146:3

[67] سورۃ آلِ عمران، 159:3

[68] سورۃ المائدہ، 42:5، سورۃ الحجرات، 9:49، سورۃ الممتحنہ، 8:60

[69] سورۃ المائدہ، 54:5

[70] سورۃ الصف، 4:61

[71] سورۃ البقرہ، 190:2، سورۃ المائدہ، 87:5، سورۃ الاعراف، 55:7

[72] سورۃ المائدہ، 64:5

[73] سورۃ القصص، 77:28

[74] سورۃ البقرہ، 276:2

[75] سورۃ النساء، 107:4

[76] سورۃ الحج، 38:22

[77] سورۃ الانفال، 58:8

[78] سورۃ آلِ عمران، 32:3

[79] سورۃ آلِ عمران، 3:32

ظلم کرنے والے:وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ [80] وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ [81] إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ[82]

اترانے اور بڑا بول بولنے والے:إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا [83] إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ [84] وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ [85]

تکبر کرنے والے:إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ[86]

مال ودولت پر ناز کرنے والے:إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ[87]

اسراف کرنے والے:إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ[88]

یہاں تک تو وہ لوگ ہو گئے جن سے اللہ محبت نہیں کرتا۔ دو مقامات ایسے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے وہ فعل بتائے ہیں جن سے وہ محبت نہیں کرتا:

فساد برپا کرنا:وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ[89]

برائی کی بات علانیہ کہنا، سوائے مظلوم کی آواز کے:لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ[90]

قرآن وسنت کی روشنی میں ہم نے جو اصول وضع کیے ہیں، ان کی عملی تصویر ہمیں صحیح مسلم کی اس جامع روایت میں ملتی ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ نے جنتیوں (حقیقی مستحقینِ اجر) اور دوزخیوں (اجر سے محروم افراد) کی واضح صفات بیان فرمائی ہیں: نبی کریم ﷺ نے جنتیوں کی تین بڑی اقسام بیان فرمائیں، جو محض رسومات نہیں بلکہ کردار پر مبنی ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا جنتی لوگ تین قسم کے ہیں۔

(۱) حکومت کے ساتھ انصاف کرنے والے صدقہ وخیرات کرنے والے توفیق عطا کئے ہوئے۔ (۲) وہ آدمی کہ جو اپنے تمام رشتہ داروں اور مسلمانوں کے لئے نرم دل ہو۔ (۳) وہ آدمی کہ جو پاکدامن پاکیزہ خلق والا ہو اور عیالدار بھی ہو لیکن کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلاتا ہو۔

آپ نے فرمایا دوزخی پانچ طرح کے ہیں۔ (۱) وہ کمزور آدمی کہ جس کے پاس مال نہ ہو اور دوسروں کا تابع ہو اہل ومال کا طلبگار نہ ہو۔ (۲) خیانت کرنے والا آدمی کہ جس کی حرص چھپی نہیں رہ سکتی اگرچہ اسے تھوڑی سی چیز ملے اور اس میں بھی خیانت کرے۔ (۳) وہ آدمی جو صبح شام تم کو تمہارے گھر اور مال کے بارے میں دھوکہ دیتا ہو اور آپ ﷺ نے (۴) بخیل یا جھوٹے اور (۵) بدخو اور بیہودہ گالیاں بکنے والے آدمی کا بھی ذکر فرمایا۔[91]

زیرِ نظر تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اسلام میں بندگی اور ثواب کا تصور محض چند روایتی رسومات کی ادائیگی نہیں، بلکہ یہ انسان کے اس منصبِ نیابت سے جڑا ہوا ہے جس کا مقصد زمین پر اللہ کے عادلانہ نظام کو عملاً نافذ کرنا ہے۔ ثواب کوئی جادوئی یا تمنائی بیلنس نہیں بلکہ ایک سائنسی وعقلی حقیقت اور انسانی سعی کا وہ منطقی نتیجہ ہے جو اخلاصِ

---

[80] سورۃ آلِ عمران، 3:57

[81] سورۃ آلِ عمران، 3:140

[82] سورۃ الشوریٰ، 42:40

[83] سورۃ النساء، 4:36

[84] سورۃ لقمان، 31:18

[85] سورۃ الحدید، 57:23

[86] سورۃ النحل، 16:23

[87] سورۃ القصص، 28:76

[88] سورۃ الانعام، 6:141، سورۃ الاعراف، 7:31

[89] سورۃ البقرہ، 2:205

[90] سورۃ النساء، 4:148

[91] مسلم بن الحجاج۔ صحیح مسلم۔ رقم الحدیث: 7207

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P: 3006-3329

ISSN E: 3006-3337

Vol.4, No.2, 2026

نیت اور درست عمل سے پیدا ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے دورِ حاضر میں دین کو مستقل نظامِ زندگی کے بجائے محض مخصوص اوقات کے "رسمی سیشنز" اور بے روح تقریبات میں قید کر دیا گیا ہے، جہاں تلاوتِ قرآن تدبر و فہم سے، اور نماز و ذکر اپنے حقیقی مقاصد (اقامتِ نظام اور اصلاحِ حال) سے محروم ہو چکے ہیں۔ قرآن و سنت کے عمیق مطالعے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اجرِ عظیم کے اصل مستحق وہ لوگ ہیں جن کی زندگی میں الفاظ سے زیادہ عمل کو فوقیت حاصل ہے، جن کا ایک گھڑی کا انصاف اور سماجی اصلاح ہزاروں سال کی نفل عبادت پر بھاری ہے اور جو اللہ کی پسندیدہ صفات (احسان و عدل) کو اپنا کر انسانیت کے لیے عملی نفع کا باعث بنتے ہیں۔ لہٰذا، حقیقی کامیابی کا راستہ رسم پرستی کی اس خود فریبی سے نکل کر دوبارہ اس "فکرِ عمل" کی طرف لوٹنے میں ہے جہاں ہر عبادت کا مقصد انفرادی و اجتماعی نظام کی درستی ہو، کیونکہ اللہ کے ہاں صرف وہی کوشش معتبر ہے جو انسانی شعور کی بیداری اور کردار کی بلندی کا ذریعہ بنے۔

Bibliography

Al-Qur’ān al-Karīm.

al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī. Lahore: Various Publishers.

al-Nasāʾī, Aḥmad ibn Shuʿayb. Sunan al-Nasāʾī. Edited by Various Scholars.

al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn. al-Jāmiʿ al-Ṣaghīr. Cairo: Dār al-Kutub al-Ilmiyyah.

al-Tabrīzī, Walī al-Dīn. Mishkāt al-Maṣābīḥ. Edited by various scholars.

al-Tirmidhi, Muḥammad ibn ʿIsā. Sunan al-Tirmidhi. Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī.

bin Ḥanbal, Aḥmad. Musnad Aḥmad ibn Ḥanbal. Beirut: Mu’assasāt al-Risālah.

bin al-Ḥajjāj, Muslim. Ṣaḥīḥ Muslim. Riyadh: Dār al-Salām.

Ferozuddin, Molvi. Feroz-ul-Lughat. Lahore: Ferozsons.

Ibn Abī Shaybah, Abū Bakr ʿAbd Allāh ibn Muḥammad. al-Muṣannaf. Edited by Various Scholars.

Ibn Mājah, Muḥammad ibn Yazīd. Sunan Ibn Mājah. Beirut: Dār al-Iḥyā’ al-Turāth al-ʿArabī.

Qureshi, Syed Ali Akbar. Qāmūs al-Qur’ān. Lahore: Idaara-e-Islamiat.

al-Ṭabarānī, Abū al-Qāsim Sulaymān ibn Aḥmad. al-Muʿjam al-Awsat. Cairo: Dār al-Ḥaramayn.